فقہ اسلامی اور منو دھرم شاستر میں قضاء اور قاضی کا تقابلی مطالعہ

(Judge and Judiciary in Islamic Jurisprudence and Manu Dharma Shastra: A Comparative Study)

رشاد احمد ☆

ڈاکٹر مرسل فرمان ☆

Abstract

Human life is full of disputes. It is impossible to locate a single place on the globe free of disagreements. It is the Law and order which protects communities and nations from head on collision. Manmade Laws or misinterpreted revealed Laws, however, have never been solution to the problem. Islamic Law, which is based on the fundamentals of Qur’┐ n and Sunnah provides a complete code of conduct to Muslims in all spheres of life. Similarly, Manu Dharma Shastra or “Laws of Manu” is one of the standard books of Hindu religious law. This article aims at a comparative study of the Judge and Judiciary between the two and points out similarities and differences.

انسان اور مسائل کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ کرۂ ارض کے کسی مقام پر انسان تو بستے ہوں لیکن وہاں مسائل نہ ہوں۔ مسائل کی موجودگی، منصبِ قضاء کی متقاضی ہے۔ مذہب، روزِ اول ہی سے انسان کی اس کی زندگی کے تمام پہلوؤں میں رہنمائی کرتا رہا ہے۔ ہندومت اور اسلام دونوں اپنے اپنے ماننے والوں کو منصبِ قضاء اور اس کے لوازمات کے بارے میں ہدایات دیتے ہیں۔ دونوں مذاہب نے قضاء سے متعلق کڑے اصول وضوابط مقرر کئے ہیں۔ مقالہ ہٰذا، منصبِ قضاء کی اہمیت، قاضی، اس کی صفات اور کیفیتِ سماعتِ مقدمات کے بارے میں دونوں مذاہب کی تعلیمات کو زیرِ بحث لاتی ہے۔

(قضاء) عربی زبان کے لفظ (قضي يقضي) سے ہے۔ عربی گرامر کے لحاظ سے یہ معتل کی قسم ناقص سے ہے، ثلاثی مجرد ہے اور باب ضرب سے ہے جو (فیصلہ کرنے) کے معنی میں آتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: (قضی بین خصمین) یعنی (اس نے دو مخالفین کے درمیان فیصلہ کیا)۔[1] فیصلہ کے علاوہ یہ مادہ دیگر کئی معانی میں

* اسسٹنٹ پروفیسر شیخ زاید اسلامک سنٹر، جامعۂ پشاور۔

* اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈ ریلیجیس سٹڈیز، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ۔

بھی مستعمل ہے جیسے تخلیق کرنا، بنانا، حکم دینا، ادا کرنا وغیرہ۔ (قضی یقضی) کا اسم فاعل (قاضٍ) آتا ہے جس کی جمع (قضاۃ) ہے جس کے معنی ہیں: "القاطع للأمور المحکّم لها"[2] یعنی "معاملات کو قطع کرنے اور ان کا فیصلہ کرنے والا"۔ قضاء کے اصطلاحی معنی (فصل الخصومات وقطع المنازعات) یعنی "جھگڑوں کا فیصلہ کرنا اور تنازعوں کا ختم" کرنا ہے۔[3] اسی طرح قضاء کی تعریف میں آتا ہے: "الإخبار عن حکم شرعي علی سبیل الإلزام"، "قضاء سے مراد واجب العمل قرار پانے کے لئے حکم شرعی سے باخبر کرنا ہے"[4]

منصبِ قضاء اسلام کے اہم شعبوں میں سے ایک ہے۔ اس سے معاشرے کو امن حاصل ہوتا ہے۔ لوگوں کے درمیان صلح وآشتی کی فضاء قائم ہوتی ہے۔ اللہ تعالی کے حکم کا نفاذ ہوتا ہے۔ اس منصب کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر قرآنِ کریم اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی خاطر خواہ اہمیت کا بیان ہوا ہے۔[5]

اگر ایک طرف منصبِ قضاء ایک نہایت اہم منصب ہے اور اس مسند پر بیٹھنے والے کے بڑے فضائل اور برکات ہیں۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ یہ ایک نہایت نازک منصب بھی ہے جس میں معمولی سی کوتاہی بھی بہت بڑے نقصانات کا سبب بن سکتی ہے۔ درج ذیل سطور میں ذکر کردہ احادیث اس منصب کی نزاکت کو بیان کرنے کے لئے درج کی جارہی ہیں:

- حضرت أبو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جس شخص کو منصب قضاء پر متعین کیا گیا اس کو گویا بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا"[6]

یہی روایت مختلف الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے اور بعض مقامات پر الفاظ قدرے مختلف ہیں جیسے:

"من جعل قاضیا بین الناس فقد ذبح بغیر سکین"

"جو شخص لوگوں کے درمیان قاضی بنا دیا گیا تو وہ گویا بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا"[7]

- حضرت عائشہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"عادل قاضی پر بروزِ قیامت ایک ایسی گھڑی بھی آئے گی کہ وہ تمنا کرے گا کہ کاش اس نے کبھی ایک کھجور کے معاملہ میں بھی دو آدمیوں کے درمیان کوئی فیصلہ نہ کیا ہوتا"[8]

اسی روایت کی مزید توضیح مسند أحمد کی ایک روایت سے ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"قیامت کے روز انصاف پسند قاضی کو بلایا جائے گا اور اس قدر سخت محاسبہ ہو گا کہ وہ تمنا کرے گا کہ کاش کبھی اس نے دو آدمیوں کے درمیان ایک کھجور کا بھی فیصلہ نہ کیا ہوتا"[9]

- حضرت أبو ہریرۃ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا:

"عنقریب ایک وقت آئے گا کہ ایک شخص تمنا کرے گا کہ کاش وہ ثریا ستارے سے گر پڑتا مگر اس نے لوگوں کے معاملات کی کوئی ذمہ داری اپنے سر نہ لی ہوتی"[10]

- ابن عباس سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص دس آدمیوں کا والی بنایا گیا اور ان کے مابین ان کی پسند یا ناپسند کے مطابق فیصلہ کیا تو اس کو قیامت کے دن اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کے ہاتھ اس کی گردن سے بندھے ہوں گے۔ اب اگر اس نے یہ فیصلے اللہ کی نازل کردہ حکم کے مطابق کئے ہوں گے، نہ اپنے فیصلوں میں رشوت لی ہو گی اور نہ ہی کسی کی پرواہ کی ہو گی تو اللہ تعالی اس دن اس کے یہ بند ہاتھ کھول دے گا جس دن اس کے علاوہ کسی کا بندہ نہیں ہو گا۔ لیکن اگر اس نے اللہ تعالی کے نازل کردہ حکم کے علاوہ کسی اور چیز کے مطابق فیصلے کئے ہوں گے، اپنے فیصلوں میں رشوت لی ہو گی اور جانبداری سے کام لیا ہو گا تو اس کا دایاں ہاتھ اس کے بائیں ہاتھ سے باندھ دیا جائے گا اور اس کے بعد اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا"[11]

قاضی اور اسلام:

فقہ اسلامی میں قاضی کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"قاضی وہ شخص ہے جو اولو الأمر کی جانب سے متعین و مقرر کیا گیا ہو تا کہ وہ جھگڑوں کا فیصلہ کرے، دعووں اور تنازعات وغیرہ کی ختم و بیخ کنی کرے" یا پھر "وہ شخص جو مدعی اور مدعا علیہ کے درمیان احکام شرعیہ کے مطابق فیصلہ کرے"۔

مملکت کے نظم و نسق کا سب سے پہلا اور اہم فرض قاضیوں کا تقرر ہے۔ خلیفہ وقت کو قاضی کے تقرر اور اس کے دائرہ اختیار کے تعین کا اختیار حاصل ہے۔ تاہم عامل شہر (گورنر) کو بھی اس کا اختیار دیا جا سکتا ہے۔ جس طرح امام یا ولی الأمر کو قاضی کے تقرر کا اختیار حاصل ہے اسی طرح اسے یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ وہ قاضی کا دائرۂ کار بھی متعین کر دے۔ پس امام، قاضی کے دائرہ کار کو عام اور خاص بنا سکتا ہے، مطلب یہ کہ اگر قاضی کا دائرۂ کار عام ہو تو وہ مملکت کے تمام شہروں کے تمام معاملات میں شرعی احکامات کا نفاذ کرواتا ہے۔ اور اگر اس کی تعیناتی کسی خاص مقام یا شہر میں احکامِ شرعیہ کا نفاذ، یا نکاح کے معاملات کے احکام، یا حدود کا نفاذ وغیرہ ہو، تو اسی صورت میں قاضی کو اپنے دائرۂ اختیار کے اندر رہتے ہوئے ہی کام کرنا ہوتا ہے۔ جہاں تک قاضی کے اوصاف و شرائط کا تعلق ہے تو ان میں متفق علیہ شرائط اسلام، عقل، بلوغت اور آزادی

ہیں، جبکہ وہ شرائط جن کے بارے میں فقہاء کا اختلاف پایا جاتا ہے اس حوالے سے ہر مسلک کی اپنی رائے کچھ یوں ہے:

احناف کے نزدیک منصبِ قضاء کی شرائط وہی ہیں جو گواہی کی شرائط ہیں، یعنی: عقل، بلوغ، حریت، قوتِ نطق وبصارت، اور حد قذف سے سلامتی۔ البتہ قاضی کا مرد ہونا احناف کے نزدیک شرط نہیں۔ اسی طرح قاضی کے لئے سارے شرعی احکام کا عالم ہونا بھی شرط نہیں بلکہ مستحب ہے۔ جبکہ احناف کے ایک فریق کے نزدیک قاضی کا کتاب اللہ، سنتِ رسول ﷺ اور صاحبِ اجتہاد ہونا ایک ایسی شرط ہے جو نص و عقل دونوں طرح سے ثابت ہے۔ عدالت کا بھی قاضی میں پایا جانا لازمی شرط نہیں بلکہ شرطِ کمال ہے۔ مالکی مسلک کے نزدیک منصبِ قضاء کی شرائط چار ہیں: عدالت، رجولیت، ذہانت وفطانت اور ضروری علم۔ جبکہ شوافع کے نزدیک قاضی کے لئے قابلِ لحاظ شرائط دس (10) ہیں۔

درج بالا صفات کے علاوہ کچھ دیگر صفات یا آداب قضاء بھی ہیں جنھیں مستقل شروط کے طور پر تو شمار نہیں کیا جاتا البتہ شروط کمال کے طور پر ان کا ذکر ملتا ہے۔ شروطِ کمال تقریباً ۱۰ ہیں جن میں سے پانچ سے قاضی کا خالی ہونا اور پانچ سے اس کا متصف ہونا ضروری ہے۔ وہ صفات جن سے قاضی کا پاک ہونا ضروری ہے، یہ ہیں: اسے حد نہ لگی ہو، نہ ہی وہ ولد الزنا یا ولد اللعان ہو، امّی بھی نہ ہو، ضرور تمند یا محتاج نہ ہو اور نہ ہی وہ کمزور (مستضعف) ہو۔ وہ پانچ صفات جن سے قاضی کا متصف ہونا ضروری ہے، میں ذہانت رعب، حلم، عدالت (پاکدامنی وغیر جانبداری) اور اہلِ علم واہل الرائے سے مشورہ کرنا شامل ہیں۔

کیفیتِ سماعتِ مقدمات

جس طرح اسلام نے قاضی کے انتخاب کا طریقہ، اس میں موجود شروط وصفات کا التزام کیا ہے اسی طرح اسلام نے قاضی کے لئے مقدمات کی سماعت کا طریقہ بھی فراہم کیا ہے۔

۱) دورانِ سماعت قاضی کے لئے پہلا اصول یہ ہے کہ وہ اپنی پوری توجہ اور تمام ذہنی وعلمی صلاحیتوں کو استعمال کرتے ہوئے فریقین کی گفتگو کو دھیان سے سنے۔ ایسا نہ کرنے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ معمولی سی لاپرواہی کی بدولت فریقین میں سے کسی ایک کے حق کا دوسرے کو مل جانے کا امکان ہو سکتا ہے۔ اس بارے میں حضرت عمر کا قول قابلِ توجہ ہے: (لِانہ لاینفع تکلم بحق لا نفاذ لہ) یعنی (جو حق نافذ نہ کیا جا سکے اس کے بارے میں باتیں بنانے سے کیا فائدہ)۔[12]

۲) سماعتِ مقدمات کے سلسلے میں حضرت عمر کی دوسری ہدایت بھی قابلِ توجہ ہے۔ چنانچہ ان کا ارشاد ہے: "اِیاک والقلق" یعنی (پریشانی اور الجھن کی حالت میں فیصلہ کرنے سے بچو)۔[13] پس قاضی کو قطعاً فیصلہ کرتے وقت پریشانی و الجھن کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔

۳) اسی طرح حضرت عمر کی ہی اس سلسلے میں ایک اور اہم ہدایت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: (اِیاک والضجر) یعنی (تنگ دلی کا شکار نہ ہو)۔[14] یہ نصیحت قضاء کے ذیل ہی میں کی گئی ہے۔ اس کا یہاں مطلب یہ ہے کہ کثرت مقدمات کی وجہ سے اگر قاضی کو گھبراہٹ کا سامنا ہو تو وہ اس حالت میں کوئی فیصلہ صادر نہ کرے۔

۴) مقدمات کی سماعت کے دوران کی ہدایات میں سے ایک اہم ہدایت رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث میں بیان کی گئی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "لایقضین حکم بین اثنین وھو غضبان" یعنی (کوئی قاضی غصہ کی حالت میں فیصلہ صادر نہ فرمائے)۔[15] اس کی وجہ یہی ہے کہ غصہ کی حالت میں انسان کو پوری طرح اپنے حواس پر قابو نہیں ہوتا۔

۵) جس طرح غصہ کی حالت میں قاضی پوری طرح اپنے حواس میں نہیں ہوتا اور صحیح فیصلہ تک پہنچنے میں غلطی کر سکتا ہے۔ اسی طرح کے چند اور عوارض بھی ہیں جو انسانی زندگی میں پیش آتے ہیں جیسے بھوک، پیاس، وغیرہ۔ اس قسم کے تمام حالات میں حق بات تک پہنچنا انسان کے لئے ممکن نہیں ہوتا۔ لہذا ان صورتوں میں فیصلہ کرنے سے قاضی کو گریز کرنا چاہئے۔ بالکل یہی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں وارد ہوئی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: "لایقضی القاضی اِلا وھو شبعان ریان" یعنی (قاضی صرف اس وقت قضاء کے فرائض سرانجام دے جبکہ وہ خوب کھایا پیا اور سیر ہو)۔[16]

۶) درج بالا دو صورتوں سے ملتی جلتی ایک صورت چلنے پھرنے، سفر یا سوار ہونے کی صورت بھی ہے۔ اس صورت میں بھی قاضی کے لئے یہ پوری طرح ممکن نہیں ہوتا کہ وہ فریقین کی بات کو پوری طرح غور سے سن سکے۔ لہذا اگر سفر آرام دہ نہ ہو تو قاضی کو فیصلہ نہیں کرنا چاہئے۔

۷) مقدمہ کی سماعت کے لئے جب قاضی کے پاس فریقین حاضر ہوں تو اس دوران قاضی کو دو فریقوں کے ساتھ انصاف کا سا معاملہ کرنا چاہئے، چاہے کوئی ایک فریق کتنا ہی بلند مرتبہ نہ ہو۔ مثلاً جب دونوں فریق بیٹھیں تو ان کو اپنے سامنے بٹھائیں کیونکہ ایک کو دائیں اور دوسرے کو بائیں بٹھانے کی صورت میں دائیں والے کا بائیں والے پر برتری کا امکان ظاہر ہوتا ہے۔

۸) اسی طرح قاضی کو دونوں فریقین کے ساتھ گفتگو، خلوت اور طرزِ عمل میں مساوات برتنی چاہیے۔ ایسا نہ ہونے پائے کہ ایک کے ساتھ بلند آواز اور دوسرے کے ساتھ آہستہ آواز میں گفتگو کرے۔ ایک سے بے رخی برتتے ہوئے دوسرے کی طرف رخ کرے۔ ایک کو زیادہ توجہ اور دوسرے کو کم توجہ دے۔

۹) قاضی کو مقدمہ کے دوران کسی ایک فریق سے کسی بھی قسم کا ہدیہ قبول نہیں کرنا چاہیئے ورنہ اس کے نتیجے میں قاضی پر جانبداری کا الزام آسکتا ہے۔ اگر قاضی نے ایسا کیا تو یہ ہدیہ اس سے لے کر بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔ اس بابت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: (من استعملناه علی عمل فرزقناه رزقاً فما أخذ بعد ذلک فھو غلول) یعنی (جسے ہم نے کام پر لگایا اور اس کی تنخواہ مقرر کر دی۔ اس کے بعد اس نے اگر کسی سے کچھ لیا تو یہ ناجائز مال ہے)۔[17] اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: (لعنة اللہ علی الراشی والمرتشی)[18]۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: (ھدایا الأمراء غلول) یعنی (أمراء کے تحائف وہدایا ناجائز مال ہے)۔[19]

۱۰) ایسی تقریبات یا دعوتیں جو عام نہ ہوں، یا قاضی کے کسی رشتہ دار یا دوست احباب کی جانب سے منعقد نہ کی گئی ہوں، یا ان کا منعقد کرنے والا ایسا شخص ہو جس کا قاضی کے ہاں کوئی مقدمہ چل رہا ہو، ایسی دعوتوں میں شرکت کرنے سے قاضی کو احتراز کرنا چاہیئے۔ البتہ ایسی دعوتیں جو اسلامی ہوں اور عام ہوں جیسے دعوتِ ولیمہ، ختنہ کی تقریب وغیرہ تو ان میں شرکت کرنا سنت کی پیروی اور باعثِ ثواب ہے۔

۱۱) قاضی کو فریقین میں سے کسی ایک کو زیرِ نظر مقدمہ کے بارے میں کسی بات کی دلیل سمجھانا نہیں چاہیئے۔ ایسا کرنا قاضی کے حق میں دوسرے فریق کے دل میں کینہ پیدا کرنے کا موجب بن سکتا ہے۔ اسی طرح یہ اس فریق کی کھلم کھلا مدد کرنے کے برابر ہے۔

۱۲) قاضی کا گواہ سے کسی خاص بات کا کہنا یا روکنا نہیں چاہیئے۔ اس کے بجائے وہ گواہ کو گواہی کا پورا موقع عطا کرے۔ اگر اس کی گواہی شریعت کے مطابق ہو تو قبول ورنہ رد کر دے۔ البتہ احناف کے ہاں اس بات میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اگر کوئی گواہ عدالت کے رعب کی وجہ سے کچھ بول نہ سکے تو ایسے گواہ کو تلقین کرنی چاہیئے یا نہیں؟ اس میں امام أبو یوسف کی رائے یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔ جبکہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد اس کے خلاف ہیں۔

۱۳) قاضی کو گواہوں کے ساتھ غیر ضروری استفسار یا غیر متعلق باتیں نہیں کرنی چاہئیں کیونکہ ایسا کرنا ان کی گواہی کو متاثر کر سکتا ہے۔ لیکن اگر ان پر جھوٹ کا الزام ہو تو انھیں الگ الگ بلا کر واقعات کی تفصیل کی

باریکی سے چھان پھٹک کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ ایسا کرنے کے نتیجے میں اگر گواہی میں اختلاف پایا گیا تو ردّ ورنہ قبول کرلی جائے۔

۱۴) نمازِ جنازہ، بیمار پرسی جیسی تقریبات میں شرکت سے قاضی پر کوئی الزام نہیں۔ البتہ ایسی تقریبات کی تعداد اگر اتنی ہو جائے جس سے قضاء کے کام میں کوتاہی ہونے لگے تو منصبِ قضاء کو فرضِ عین ہونے کی وجہ سے قاضی کے لئے ان میں عدم شرکت جائز ہے۔

۱۵) فریقین جونہی کمرۂ عدالت میں داخل ہوں تو قاضی انھیں سلام کرے۔ یہی سلف قضاۃ کا طریقہ رہا ہے۔ لیکن سلام اس طرز پر کیا جائے کہ وہ کسی خاص فریق کو نہ ہو۔ تاہم اگر قاضی ایک دفعہ کرسیٔ عدالت پر تشریف فرما ہو جائے تو پھر اسے کسی کو نہ سلام کرنا اور نہ ہی کسی کے سلام کا جواب دینا جائز ہے۔ کیونکہ اگر یہ سلسلہ ایک دفعہ شروع ہو گیا تو قاضی پوری توجہ کے ساتھ اتنا اہم کام بھرپور طریقہ سے سرانجام نہیں دے سکے گا۔

۱۶) قاضی کی ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ گواہ کے حالات کی اچھی طرح چھان بین کرلے۔ چاہے اس پر فریقِ مخالف کا اعتراض ہو یا نہ ہو۔ بعض کے نزدیک ایسا کرنا ضروری نہیں بلکہ افضل ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک ایسا کرنا قاضی کا بنیادی فریضہ ہے۔[20]

ہندومت اور منصب قضاء:

ہندومت کے نزدیک، منصف یا قاضی کے لئے انصاف کرنا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ انصاف ہی انسان کا وہ دوست ہے جو مرنے کے بعد انسان کا اس وقت ساتھ دیتا ہے جب کہ جسم کے ختم ہوتے ہی باقی ہر چیز کھو جاتی ہے۔[21] ناانصاف قاضی شودر کی طرح قابلِ نفرت ہے۔[22] غلط فیصلہ کرکے قاضی گناہ سے بری الذمہ نہیں ہو جاتا بلکہ اس کے اوپر جرم کا ایک چوتھائی عائد ہوتا ہے۔[23] وہ صرف اسی وقت جرم و گناہ سے بری الذمہ ہوتا ہے جب قابلِ مذمت کی مذمت ہو اور جرم صرف جرم کرنے والے پر عائد ہو۔[24] ہندومت کے مطابق یہ بادشاہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو انصاف کے ساتھ فیصلہ کا فریضہ سرانجام دے۔ لیکن اگر بادشاہ ذاتی طور پر ان معاملات کی تفتیش نہیں کرتا تو پھر اس فرض کی انجام دہی کے لئے کسی فاضل برہمن کو یہ ذمہ داری سونپے۔[25]

ہندومت میں یہ بادشاہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ سزاؤں کا نفاذ کرے۔ اگر بادشاہ اپنی یہ ذمہ داری خوش اسلوبی سے سرانجام نہیں دے گا اور سزا کے مستحقین پر سزا کا نفاذ نہیں کرے گا تو کائنات کا نظام تباہ و برباد ہو جائے گا۔ طاقتور کمزوروں کو سیخ پر مچھلی کی طرح بھون ڈالیں گے۔[26] کوے یگیہ کے پنڈ کھا جائیں گے۔

کتے یگیہ کا کھانا چاٹ لیں گے۔ کوئی چیز کسی کی ملکیت نہ رہے گی۔ اور نچلی ذات کے لوگ اونچی ذات کے لوگوں کا مقام چھین لیں گے۔[27] تمام ذاتیں باہمی ملاپ سے ناخالص ہو جائیں گی۔ سب حدیں اور پابندیاں ٹوٹ جائیں گی اور تمام انسان ایک دوسرے پر غضبناک ہو جائیں گے۔[28]

اس کے برعکس دنیا کا نظم وضبط سزاؤں کے نفاذ ہی کی بدولت ہے اور سزاؤں کے خوف کے طفیل بد سرشت لوگ گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں اور دنیا خوش وخرم ومسرت سے لطف اندوز ہوتی ہے۔[29] بادشاہ (قاضی) عام انسان نہیں ہوتا وہ انسان کے روپ میں عظیم معبود ہوتا ہے۔[30] وہ دیوتاؤں کے ذرات سے پیدا ہوا ہوتا ہے لہذا اس کی تابانی تمام مخلوق سے زیادہ ہے۔[31] لہذا بادشاہ شیر خوار ہی کیوں نہ ہو اسے حقیر نہیں جاننا چاہئے کیونکہ بادشاہ کی آتشِ غضب، آگ کی آتش سے زیادہ ہوتی ہے۔ آگ بے احتیاطی کرنے والے شخص ہی کو جلاتی ہے جبکہ بادشاہ کی آتشِ غضب پورے خاندان کو بمعہ مال ومویشی جلا سکتی ہے۔[32]

ہندومت اور اوصاف قاضی:

قاضی کو اپنی عدالت میں رعب وادب کے ساتھ حاضر ہونا چاہئے اور اس کے ہمراہ تجربہ کار مشیر اور برہمن موجود ہوں۔[33] لیکن غیر ضروری طور پر لباس اور زیورات کی نمائش نہیں کرنی چاہئے۔[34] بادشاہ (قاضی) کو عادل ومنصف ہونا چاہئے کیونکہ انصاف سے سزا دینے والا بادشاہ وہی ہے جو سچا یا مناسب غور فکر کے بعد عمل کرنے والا، دانش مند اور خیر، لذت ودولت کی قدر جانتا ہو۔[35] اس کے برعکس اگر بادشاہ دھوکہ باز، جانب دار اور ہوسناک ہو تو سزاؤں کے نفاذ کے باوجود تباہ کر دیا جائے گا۔[36] بادشاہ کا وعدے کا سچا ہونا بھی اس کی ضروری صفات میں سے ہے کیونکہ منودھرم شاستر کے مطابق وعدے کا سچا بادشاہ ہی مقدس قوانین کے مطابق عمل کرنے والا ہوتا ہے۔[37] تاہم اسے باقاعدگی کے ساتھ روزانہ کی بنیادوں پر ایک کے بعد دوسرے مقدمہ کو نپٹانا چاہئے۔[38] اسے مقدس قوانین کا علم ہونا چاہئے۔[39] مقدس قوانین کے علم کے ساتھ ساتھ اسے مقامی اندازِ فکر سے بھی بہرہ ور ہونا چاہئے۔[40] اسی طرح اسے اضلاع کی ذاتوں (جاتیوں) کا حال معلوم ہونا چاہئے۔ نیز پیشہ ور گروہوں کی بھی خبر ہونی چاہئے تاکہ حسبِ حال قوانین کا نفاذ کر سکے۔[41] اسے نہایت صبر وتحمل والا ہونا چاہئے تاکہ وہ خوب تسلی کے ساتھ قرینِ مصلحت اور خلاف مصلحت اور انصاف وبے انصافی جاننے کے بعد فریقین کے مؤقف سنے اور پھر ذاتوں کے مطابق فیصلہ دے۔[42] اسے قیافہ شناس ہونا چاہئے تاکہ فریقین کی ظاہری علامات ہی سے ان کی فطرت کا اندازہ ہو جائے۔ ان کی آواز، رنگت، جذبات، انداز، آنکھوں اور حرکات وسکنات سے بھی

کافی اندازہ ہو سکتا ہے۔[43] وہ ان کے ظاہر سے ان کے باطن میں اترنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔[44] اسے نہایت عادل ہونا چاہئے تاکہ وہ یا اس کا کوئی اہلکار از خود مقدمہ شروع نہ کرے اور نہ ہی کسی ایسے مقدمہ کو دبانا چاہئے جو کوئی دوسرا شخص ان کے سامنے پیش کرے۔[45] وہ اعلی علمی وہ عملی صلاحیتوں سے لیس ہو۔ صاحبِ بصیرت ہو اور حقائق سے نتائج کا استنباط کرنے میں ایسا ہو جیسے کوئی شکاری زخمی ہرن کے خون سے اس کی کھوہ تلاش کرتا ہے۔[46] اور وہ مقدمہ کی سماعت پوری توجہ سے سنے یہاں تک کہ وہ یہ جان لے کہ حق وراستی پر کون ہے۔[47] نیز احمق، حریص، جاہل اور لذات نفسانی کا عادی منصفانہ سزا کا نفاذ نہیں کر سکتا۔[48] مقدس قوانین کے ساتھ ساتھ وہ نیک برہمنوں، کھشتریوں اور ویشوں کے طور طریقوں سے واقف کار ہو تاکہ ان کے طرزِ عمل کو بطور قانون نافذ کر سکے اور اس کے فیصلے ملکی، خاندانی اور جاتی کے رواج کے خلاف نہ ہوں۔[49]

ہندومت اور کیفیت سماعت مقدمات:

ہندومت بھی کیفیتِ سماعت سے متعلق متعدد ہدایات فراہم کرتا ہے۔ جن میں بعض کا تعلق قاضی (بادشاہ) کی ذات کے ساتھ ہے۔ مثلاً ہندومت یہ چاہتا ہے کہ قاضی (بادشاہ) کی ذات کا رعب ودبدبہ کسی طور پر اپنی رعایا سے دور نہ ہو۔ اس سلسلے میں وہ بادشاہ کو درج ذیل ہدایات فراہم کرتا ہے۔ جب بادشاہ قانونی معاملات کی تفتیش کا خواہشمند ہو تو وہ اپنی عدالت میں رعب وادب کے ساتھ حاضر ہو اور اس کے ہمراہ تجربہ کار مشیر اور برہمن موجود ہوں۔[50] رعب ودبدبہ قائم رہنا تو چاہئے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ غیر ضروری طور پر لباس اور زیورات کی نمائش کی جائے۔[51] قاضی (بادشاہ) مقدمات کے تصفیہ کے لئے اپنے وقت کا لحاظ رکھے۔ اگر وقت ہو تو آرام سے بیٹھ کر فریقین کے معاملات کے حل کے بارے میں غور وخوض کرے ورنہ کھڑا کھڑا ابھی انھیں حل کر سکتا ہے: چنانچہ منو دھرم شاستر میں ہے:

> ”بادشاہ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ بیٹھ کر فریقین کی عرضداشتوں پر غور وخوض کرے وہ کھڑے کھڑے بھی ایسا کر سکتا ہے“[52]

وقت کا لحاظ رکھنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ قاضی (بادشاہ) ان مقدمات سے غافل ہو جائے بلکہ اسے باقاعدگی کے ساتھ روزانہ کی بنیادوں پر ایک کے بعد دوسرے مقدمہ کو نپٹانا چاہئے۔ نیز فیصلہ کرتے وقت مقامی اندازِ فکر اور مقدس قوانین ہر دو کو پیشِ نظر رکھنا چاہئے۔[53]

شرک ہندومت میں رچا بسا ہوا ہے۔ حتی کہ: بادشاہ (قاضی) کو بھی یہ چاہئے کہ وہ لبادہ اوڑھے انصاف کی نشست پر بیٹھے اور تمام معبودوں کی پوجا کے بعد تنازعات کی سماعت کرے۔[54] دھرم کے جاننے

والے بادشاہ کو اضلاع کی ذاتوں (جاتیوں) کا حال معلوم ہونا چاہئے۔ اسی طرح پیشہ ور گروہوں کی بھی خبر ہونی چاہئے تا کہ حسبِ حال قوانین کا نفاذ کر سکے۔[55] قرینِ مصلحت اور خلاف مصلحت اور انصاف و بے انصافی جاننے کے بعد فریقین کے مؤقف سنے اور پھر ذاتوں کے مطابق فیصلہ دے۔[56] اسے چاہئے کہ وہ کوشش کرے کہ اسے انسانوں کی ظاہری علامات ہی سے ان کی فطرت کا اندازہ ہو جائے۔ ان کی آواز، رنگت، جذبات، انداز، آنکھوں اور حرکات وسکنات سے بھی کافی اندازہ ہو سکتا ہے۔[57] ذہن کی اندرونی حالت کا ادراک، جذبات، چال، انداز، حرکات وسکنات، بدلی ہوئی نگاہ اور چہرے کے بدلے ہوئے تاثرات سے ہو سکتا ہے۔[58]

بادشاہ (قاضی) جرم کا محل وقوع اور وقت مناسب طور پر زیر غور لانے کے بعد، مجرم کی قوت وعلم کے پیش نظر رکھتے ہوئے، بے انصافی کے مرتکب ہونے والوں پر پورے انصاف کے ساتھ عتاب نازل کرتا ہے۔[59] بادشاہ (قاضی) یا اس کے کسی اہلکار کو ازخود مقدمہ شروع نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی کسی ایسے مقدمہ کو دبانا چاہئے جو کوئی دوسرا شخص ان کے سامنے پیش کرے۔[60] ہندو دھرم کے مطابق معاملے کی تہہ تک پہنچنے کے لئے اور حقیقت جاننے کے لئے بادشاہ (قاضی) کو حقائق سے ایسے ہی استنباط کرنا چاہئے جیسے کوئی شکاری زخمی ہرن کے خون سے اس کی کھوہ تلاش کرتا ہے۔[61] اور وہ مقدمہ کی سماعت پوری توجہ سے سنے یہاں تک کہ وہ یہ جان لے کہ حق وراستی پر کون ہے۔[62] قاضی نیک لوگوں یعنی برہمنوں، کھشتریوں اور ویشوں کے طور طریقے بطورِ قانون نافذ کرے گا لیکن اسے ملکی، خاندانی اور جاتی کے رواج کے خلاف نہیں ہونا چاہئے۔[63] اگر بادشاہ خود معاملات کی تفتیش نہیں کرتا تو بادشاہ کا مقررہ شخص اعلی ترین عدالت میں بمعہ اپنے تین معاونین کے داخل ہو گا۔ معاونین، مقررہ قاضی کی کاروائی پر نظر رکھیں گے۔ قاضی کھڑے کھڑے یا بیٹھے ہوئے بادشاہ کے سامنے لائے جانے والے تمام معاملات کو سنتا ہے اور ان پر غور وفکر کرتا ہے۔[64]

خلاصۂ کلام:

منصبِ قضاء کے معاملہ میں ہندومت اور اسلام کے درمیان چند امور مشترک ہیں۔ دونوں مذاہب کے مطابق قاضی کو اعلیٰ صلاحیتوں سے لیس، گہری بصیرت رکھنے والا اور اپنی رعایا کے حالات سے باخبر ہونا چاہئے۔ اسلام میں الوہیت ایک اللہ کے علاوہ اور کسی کے لئے نہیں۔ اس کے برعکس ہندومت میں بادشاہ کا مقام ایسا ہے جیسا کہ خدا کا۔ اسلام کے مطابق اگر ایک قاضی اپنے علم وسمجھ کے مطابق کوئی فیصلہ کرے تو چاہے فی الواقع وہ فیصلہ غلط ہی کیوں نہ ہو لیکن وہ اس کے نتائج سے بریٔ الذمہ ہو گا بلکہ اسے ایک نیکی ضرور

ملے گی کیونکہ اس نے اپنی بساط کے مطابق ٹھیک فیصلہ کیا۔ جبکہ ہندومت کے مطابق اگر بادشاہ کوئی غلط فیصلہ کرے تو اس غلط فیصلہ کے جرم کا چوتھائی اس پر ہو گا۔ ہندومت کے برعکس جس میں بادشاہ کی بڑی ذمہ داری عوام کے درمیان فیصلہ کرنا بھی ہے، اسلامی مملکت میں حکمران کا کام قاضی کا نہیں بلکہ اس کا کام ملکی امور سنبھالنا ہے۔ ہاں وہ ایسے لوگ متعین کر سکتا ہے جو عوام کے درمیان عدل وانصاف قائم کریں۔ ہندومت کی مشرکانہ وغیر مساویانہ روش اس کے ہر امر میں دکھائی دیتا ہے جیسے قاضی کی سماعتِ مقدمات کے لئے بتوں کی عبادت کرنا۔ اسی طرح قاضی کو رعایا کی ذاتوں کا علم ہونا اور ہر ذات والے شخص کو اس کی ذات کے مطابق فیصلہ سنانا۔ مذہبِ اسلام شرک سے پاک خالص مؤحدانہ مذہب ہے۔ اسی طرح اسلام کی رو سے تمام انسان برابر ہیں۔ تقوی کے علاوہ برتری کی کوئی معیار نہیں۔

حواشی وحوالہ جات

[1] مجمع اللغة العربية. المعجم الوسيط, أخرجه: فهيم مصطفى هارون وآخرون, ط: 1381ھ, القاهرة، مادہ: قضى

[2] المعجم الوسيط، مادہ: قضى

[3] الحصكفى. الدر المختار، كتاب القضاء، فصل الخصومات وقطع المنازعات، دار الفكر، بيروت، 1376ھ، ۵/ 352

[4] ابن فرحون. تبصرة الحكام فى أصول الاقضية ومناہج الاحكام، تحقيق: جمال مرعشلى، ط: 2003م، عالم الكتب، بيروت، ص۹

[5] دیکھیے: سورۃ ص: 26، المائدہ: 49؛ صحیح مسلم, مسلم بن الحجاج أبو الحسين القشيري النيسابوري, تحقيق وتعليق: محمد فؤاد عبد الباقي, ط: دار إحياء التراث العربي, بيروت، كتاب الإمارة، باب فضيلة الإمام العادل, البيهقي, أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي. السنن الكبرى, حاشية: علاء الدين علي بن عثمان المارديني الشهير بابن التركماني, ط1: 1344ھ, مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة في الهند ببلدة حيدر آباد، كتاب آداب القاضي، باب فضل من ابتلى بشيئ من الأعمال، 10/ 152 اور البخاري, محمد بن إسماعيل أبو عبدالله. الجامع الصحيح, تحقيق: د. مصطفى ديب البغا, ط3: 1987ء, دار ابن كثير، اليمامة, بيروت، كتاب العلم، باب الاغتباط في العلم والحكمة

[6] أبو داؤد سليمان بن الأشعث السجستاني الأزدي. سنن أبي داؤد. تحقيق: محمد محيي الدين عبد الحميد, مع الكتاب: تعليقات كمَال يوسُف الحُوت, ط: دار الفكر, بيروت، كتاب الأقضية، باب في طلب القضاء

[7] أبو داؤد، كتاب الأقضية، باب في طلب القضاء

[8] أحمد بن حنبل، مسند أحمد، تحقيق: شعيب أرنؤوط وآخرون، مؤسسة الرسالة، ط۲: 1999ء، 41/10

[9] السنن الكبرى، كتاب آداب القاضي، باب كراهية الإمارة، 10/ 165

[10] الحاكم، المستدرك على الصحيحين، تحقيق: مصطفى عبد القادر عطا، ط۱۹۹۰:۱ء، دار الكتب العلمية، بيروت، كتاب معرفة الصحابة، كتاب الأحكام، ۴/ 102

[11] المستدرک علی الصحیحین، کتاب معرفۃ الصحابۃ، کتاب الأحکام، ۴/102

[12] الکاسانی, أبو بکر بن مسعود بن أحمد. بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ط2: 1986م, دار الکتب العلمیۃ, بیروت، کتاب آداب القاضی، فصل فی بیان آداب القاضی، 14/433

[13] بدائع الصنائع، کاسانی، 14/433

[14] بدائع الصنائع، کاسانی، 14/433

[15] بخاری، کتاب الأحکام، باب ہل یقضی القاضی أو یفتی وہو غضبان

[16] سنن الدار قطنی، کتاب فی الأقضیۃ، باب، 10/268

[17] سنن أبی داؤد، کتاب الخراج والإمارۃ والفیئ، باب أرزاق العمال

[18] ابن ماجہ، کتاب الأحکام، باب التغلیظ فی الحیف والرشوۃ

[19] السنن الکبری, کتاب آداب القاضی, باب لایقبل منہ ھدیۃ

[20] غازی, محمود أحمد. أدب القاضی، ادارۂ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، 269-274؛ بدائع الصنائع، کاسانی، ۷/9

[21] منو. منودھرم شاستر. ارشد رازی. ط: 2007ء, نگارشات پبلشرز، لاہور، باب۸، شلوک ۱۷، ص168

[22] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک 16، ص168

[23] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک 18، ص168

[24] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک 19، ص168-169

[25] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک ۸، ص167

[26] منودھرم شاستر، باب۷، شلوک 20، ص164

[27] منودھرم شاستر، باب۷، شلوک 21، ص164

[28] منودھرم شاستر، باب۷، شلوک 24، ص147

[29] منودھرم شاستر، باب۷، شلوک ۲۲، ص146

[30] منودھرم شاستر، باب۷، شلوک ۸، ص145

[31] منودھرم شاستر، باب۷، شلوک ۵، ص145

[32] منودھرم شاستر، باب۷، شلوک ۹، ص145

[33] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک ۱، ص167

[34] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک ۲، ص167

[35] منودھرم شاستر، باب۷، شلوک ۶۲، ص147

[36] منودھرم شاستر، باب۷، شلوک ۲۷، ص147

[37] منودھرم شاستر، باب۷، شلوکذب ۱۳، ص147

[38] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک ۳، ص167

[39] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک ۳، ص167

[40] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک ۳، ص167

[41] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک ۱۴، ص170-171

[42] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک24، ص169

[43] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک25، ص169

[44] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک ۲۶، ص169

[45] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک34، ص۱۷۱

[46] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک ۴۴، ص177

[47] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک45، ص۱۷۱

[48] منودھرم شاستر، باب۷، شلوک30، ص147

[49] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک ۴۶، ص۱۷۱

[50] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک ۱، ص167

[51] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک ۲، ص167

[52] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک ۲، ص167

[53] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک ۳، ص167

[54] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک23، ص169

[55] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک41، ص170-171

[56] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک24، ص169

[57] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک25، ص169

[58] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک26، ص169

[59] منودھرم شاستر، باب۷، شلوک ۲۱، ص146

[60] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک43، ص۱۷۱

[61] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک44، ص177

[62] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک45، ص۱۷۱

[63] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک46، ص۱۷۱

[64] منودھرم شاستر، باب۸، شلوک10، ص167-168